ساختیات.....ابتدائی باتیں*

اکثر مفکرین نے ساختیات کو فکری انتشار میں ارتباط پیدا کرنے والی ذہنی تحریک (Movement of Mind) قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے نصف اول میں فکر انسانی تخصیص کے مختلف میدانوں میں بٹ بٹا کر اس حد تک پارہ پارہ ہوگئی تھی کہ اس میں کسی طرح کی کوئی شیرازہ بندی ممکن نظر نہیں آتی تھی اور تو اور خالص فلسفہ بھی جسے علوم انسانیہ کا بادشاہ کہا جاتا ہے، وہ بھی لفظوں کے الگ تھلک جا پڑنے والے کھیل میں لگ چکا تھا۔ وٹگنسٹائن کا فلسفہ لسان ہو یا یورپی مفکرین کی وجودیت، اصلاً یہ سب مراجعت کے فلسفے (Philosophies of Retreat) ہیں۔ زبان کے فلسفیوں نے اصرار کیا کہ زبان میں اور اس سے باہر کی دنیا میں کوئی ممکنہ مناسبت نہیں ہے۔ وجودیت پسند مفکرین ایک ایسے ایقان کی بات کرتے ہیں جو یکہ و تنہا ہے اور جو نہ صرف اشیا سے بلکہ دوسرے انسانوں سے بھی وجود کی ایک لغو حالت میں کٹا ہوا ہے..... برٹنڈ رسل کی منطقی فکر سے سارتر کے Nausea تک اس صدی کے نصف اول میں انسان کی ذہنی زندگی ایک انتشار کا شکار دکھائی دیتی ہے۔ مختلف علوم الگ الگ مفروضات پر قائم تھے اور نہ صرف ایک دوسرے کو نظر انداز کرتے تھے بلکہ باہم دگر متضاد رویوں کے حامل بھی تھے۔

ان حالات میں ساختیات ایک ایسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے وجود میں آئی کہ تمام انسانی فلسفوں میں ارتباط پیدا کر سکے..... یہ ایک اعتقادی ضرورت بھی تھی۔ انسان کو ہمیشہ ایک اعتقاد کی ضرورت رہی ہے، خواہ اس کا معیار کچھ بھی ہو۔ اس سے قبل مارکسزم نے اس ضرورت کو پورا کرنے کا خواب دکھایا تھا۔ بے شک مارکس نے سماج کی ساخت اور تاریخ کے عمل کے بارے

* ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات، لاہور، ۱۹۹۳ء

میں فکر کی ایسی راہ دکھائی جس نے انسانیت کو شدید طور پر متاثر کیا، لیکن بہ طور ایک 'عقیدے' کے

Scanned by CamScanner

مارکسزم کی معذوریاں ڈھکی چھپی نہیں۔ مارکسزم اور ساختیات فقط ایک فلسفیانہ اصول اور طریقہ کار ہے۔ بہ طور طریقہ کار ساختیات کی فکری نہج ایسی ہے کہ ایک نظام کے تحت لاکر تمام سائنسوں میں ربط باہمی پیدا کیا جائے۔ ساختیات نے پچھلی تین دہائیوں میں مختلف علوم انسانیہ کو متاثر کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مارکسیت اور ساختیات میں کچھ اقدار مشترک بھی ہیں۔ بالخصوص علمیات (Epistemology) کے معاملے میں موضوع انسانی اور اس کے تصوراتی نظام اور معروضی حقائق کے رشتے کے بارے میں سوچنے کا عمل، لیکن دونوں کا طریقہ کار اور توقعات الگ الگ ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو مارکسیت اور ساختیات دونوں جدیدیت کی اجنبیت (Alienation) اور یاسیت (Despair) کے خلاف ہیں ۔ مارکسیت اور ساختیات کے مقامات اور اختلافات کی بحث آگے آئے گی۔ لیکن سردست اتنا جاننا ضروری ہے کہ دونوں اس سائنسی رویے پر اصرار کرتے ہیں کہ یہ دنیا حقیقی ہے، اور انسان اس کو سمجھ سکتا ہے۔ مارکسیت اور ساختیات دونوں دنیا کے انتشارِ ظاہری میں تصوراتی ربط پیدا کرنے کے نظریے ہیں۔ دونوں دنیا اور انسان کو بطور کل دیکھتے ہیں۔

ذہن انسانی کی فکری کاوشوں میں ایک بنیادی ربط پیدا کرنا انیسویں صدی کے اواخر سے فلسفے کا شدید مسئلہ رہا ہے۔ نفسیات میں گیسٹالٹ نفسیات نے انسانی ذہنی عمل میں اجزا کے مقابلے میں کل کی اولیت اور بنیادی حیثیت پر زور دے کر سوچنے کے عمل کی ایک نئی راہ کھول دی۔ مظہریت کی رو سے ہوسرل نے زور دیا کہ حقیقت وہ نہیں ہے جو نظر آتی ہے یعنی ہر چیز جیسی دکھائی دیتی ہے ویسی نہیں ہے، چنانچہ تصورات بھی وہ نہیں جو بالعموم معلوم ہوتے ہیں۔ نظریہ اضافیت (Theory of relativity) اور کوانٹم تھیوری (Quantum theory) کی دریافتوں نے یہ ثابت کر دیا کہ حقیقت اتنی بصارت پر نہیں جتنی ادراک یا بصیرت پر مبنی ہے۔ خوارج کوانٹم وحدتیں ہیں جو ٹھوس وجود نہیں رکھتے بلکہ دیکھنے کے عمل میں وجود میں آجاتے ہیں۔ ساختیات یہی کہتی ہے کہ یہ دنیا آزادانہ اشیا سے عبارت نہیں اور زبان اشیا کو نام دینے یا اسمیانے والا نظام نہیں ہے، یعنی زبان Nomenclature نہیں ہے جو لفظ = شے کے مبینہ رشتے پر مبنی ہو، بلکہ اشیا کے نام یا معنی، ساخت سے پیدا ہوتے ہیں جو نظروں سے اوجھل ہے۔ ساختیات کا سب سے

Scanned by CamScanner

زیادہ زور اسی بات پر ہے کہ کائنات رشتوں کے نظام سے عبارت ہے، بغیر رشتوں کے نظام کے کسی شے کا کوئی وجود نہیں۔ ہم اشیا کا ادراک تب ہی کر پاتے ہیں جب اشیا کو رشتوں کے نظام یعنی ان کی ساخت کی رو سے دیکھتے ہیں خواہ، ہمیں اس کا احساس نہ ہو۔ ساخت کا عمل ذہن انسانی کی کارکردگی کا بنیادی رمز ہے۔

وٹگنسٹائین ہر چند کہ انسانی علم کے امکانات کے بارے میں زیادہ پُر امید نہیں تھا، اس کے فلسفے سے بھی خارجی دنیا کے تئیں ساختیاتی (Structuralist) نہیں تو ساختی (Structural) رویہ ضرور اخذ کیا جا سکتا ہے۔ ساختیات بہ ہر حال اپنے وسیع معنی میں دنیا اور اشیا کو الگ الگ نہیں، بلکہ ان کے رشتوں کے نظام کی رو سے سمجھنا چاہتی ہے۔ وٹگنسٹائن کا اصرار ہے کہ ''دنیا اشیا سے نہیں حقائق'' کی مجموعیت سے عبارت ہے اور 'حقائق' 'صورت حال' ہیں:

2.03 In a state of affairs objects fit one another like the links of a chian.

2..31 In a state of affairs objects stand in a determinate relationship to one another.

2.032 The determinate way in which obiects are connected in a state of affair is structure of the state of affairs.

2.033 Form is the possibility of structure.

2.034 The structure of fact consists of the structures of states of affairs.

2.-4 The totality of existing states of affairs is the world.

(Tractatus Logico-Philosophicus, London, 1953)

ہر صورت حال اپنے اظہار کے لیے 'کلمہ' کی محتاج ہے اور کلمے کا مطالعہ، زبان کے اندر دوسرے کلموں سے اس کی مطابقتیں اور رشتے اور ان رشتوں کے کلی نظام کا تصور جدید لسانیات کا مرکزی تصور ہے، جس کی بنا پر نوام چومسکی یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ انسان فطری طور پر زبان کے امکانات کو ایک خاص وضع سے منظم کرنے اور ان کو بروئے کار لانے کی خلقی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ہر انسان کسی نہ کسی طرح کی 'آفاقی گرامر' میں شریک ہے، جس کی رو سے اس کے لیے اپنی

Scanned by CamScanner

زبان کو خلق کرنا، ضرورت کے مطابق نئے گرامری کلمے وضع کرنا اور انھیں ترسیل کے لیے استعمال کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ سوسیئر نے زبان کے بارے میں اپنے کلیدی خیالات پیش کرتے ہوئے یا زبان کی کلی ساخت کے تصور کو نظریہ بند کرتے ہوئے گیسٹالٹ نفسیات اور فلسفیانہ فضا اور فکرِ انسانی کی پیش رفت سے کچھ نہ کچھ اثر ضرور قبول کیا ہوگا۔ آگے چل کر لیوی اسٹراس نے جو سوسیئر سے شدید طور پر متاثر تھا، بشریات کے بارے میں کہا 'کسی متھ کے اصل اجزاے ترکیبی اس کے الگ الگ رشتے نہیں بلکہ ان رشتوں کے مجموعے ہیں اور یہ رشتے بہ طور مجموعہ ہی کارگر ہوتے ہیں اور معنی پیدا کرتے ہیں' لیوی اسٹراس بشریات کو 'رشتوں کے عمومی نظریے' کا نام دیتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ تمام انسانی ذہنی عمل، اصلاً آفاقی قوانین کے تابع ہے جو انسانی علامتی تفاعل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور تو اور انسانی لاشعور بھی ان قوانین کی میزان سے مناسبت رکھتا ہے۔

ادبی تنقید میں روسی ہیئت پسندوں اور ان کے بعد آنے والے ساختیاتی مفکرین نے ان آفاقی اصولوں کو دریافت کرنے کی کوشش کی جو زبان کے ادبی استعمال کو فکشن کی صرف ونحو سے لے کر شاعری کے زمروں تک ہر شے کو متعین کرتے ہیں۔ ساختیاتی فکر کا سرچشمہ بہ ہر حال لسانیاتی ماڈل ہے جس نے اپنی ترغیبات ذہنی طور پر سوئس ماہر لسانیات سوسیئر، روس نژاد رومن جیکب سن، اور روسی ماہر صوتیات این۔ ایس۔ تروبت زکائی، نیز فرانسیسی ماہر بشریات لیوی اسٹراس سے حاصل کیں۔ ۱۹۳۳ء میں (جب روسی ہیئت پسندی کی تحریک تقریباً ختم ہو چکی تھی) تروبت زکائی پراگ میں اپنے ضابطۂ علم یعنی صوتیات کے فکری کارنامے کے بارے میں یہ سطور لکھ رہا تھا:

> ''صوتیات کے جدید علم کی خصوصیات خاصہ اس کا آفاقیت کے نقطۂ نظر سے منظم ہونا اور اس کا ساختیاتی ہونا ہے۔ جس عہد میں ہم رہ رہے ہیں اس کا تمام سائنسی علوم سے یہ تقاضا ہے کہ فلسفے کی اصطلاح میں ذرّیت کو ساختیت اور انفرادیت کو آفاقیت کے تصور سے بدل دیا جائے۔ یہ رجحان کیمیا، حیوانیات، نفسیات، معاشیات وغیرہ ہر جگہ دیکھا جاسکتا ہے۔ جدید صوتیات اس معاملے میں تنہا نہیں ہے، یعنی ہماری کاوشیں وسیع تر سائنسی تحریک کا حصہ ہیں''۔

Scanned by CamScanner

(بحوالہ شولزص ۳۔۷)

تروبت زکائی نے جس تحریک کا ذکر کیا ہے آگے چل کر اس نے بہ طور ذہن انسانی کی ایک عمومی تحریک کے ادب اور ادبی فکر کو شدید طور پر متاثر کیا۔ انسان کی تاریخ شاہد ہے کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی ذہنی تحریک رونما ہوئی اور اس نے رفتہ رفتہ ثقافت انسانی کے تمام شعبوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ساختیات نے ادب کے نظام کا ایسا ماڈل وضع کرنے کا خواب دیکھا جو ادبی متن کے مطالعے کے لیے جامع شعریات کا کام دے سکے۔ زبان کے مطالعے سے اوپر اٹھ کر یہ ادب کے مطالعے کے ان اصولوں کی دریافت اور ان کے تعین کی سعی تھی جو صرف انفرادی متون میں بلکہ ادبی متون کے باہمی رشتوں میں بھی کارفرما ہوں۔

ساختیات بہ طور اصطلاح

ارسطو کے زمانے سے اب تک ادب میں کسی نہ کسی طور پر ساخت (Structure) کا احساس رہا ہے۔ فن پارے کی ماہیت سے بحث کرتے ہوئے ساخت کا تصور مختلف زمانوں میں مختلف رہا ہے۔ ژاں پیاژے (Jean Piaget) کا کہنا ہے کہ 'ریاضی' منطق، طبعیات، حیاتیات اور سماجی علوم میں ساخت (Structure) کا تصور ایک مدت سے رائج رہا ہے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ ان علوم میں ماہر بشریات لیوی اسٹراس سے بہت پہلے ساخت کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ بہ ہر حال اگر ایسا ہے تو پھر فرانسیسی ساختیات نے یک لخت سب کی توجہ کو کیوں اپنی طرف منعطف کر لیا، اس میں کچھ ایسی فکری مرکزیت تو ہوگی کہ چھٹی دہائی کے بعد یہ فلسفہ سب کی نگاہوں کا مرکز بن گیا اور ساختیات کے نام سے فکر و دانش کی ایک نئی تحریک کا آغاز ہوا۔

لیوی اسٹراس نے سب سے پہلے ۱۹۴۵ء میں اپنے ایک مضمون میں جو رسالہ WORD میں شائع ہوا، توجہ دلائی کہ ساختیاتی لسانیات کے ماہرین، صوتیاتی انقلاب، کی نوید دے چکے ہیں، اس کے طریقے کار اور تصورات سے بشریات میں بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے اور نئے امکانات کی جستجو کی جا سکتی ہے۔ بعد میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب: Anthropololohie Structurale (Paris, 1958) میں لیوی اسٹراس نے نہایت بصیرت افروز اور فکر انگیز مطالعات پیش کیے۔ لیوی اسٹراس کے اس بنیاد گزار نہ کام کے بعد گویا جستجو اور غور و فکر کی ایک نئی راہ کھل گئی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا فکرِ انسانی کے لیے اس ماڈل کی اہمیت واضح ہونے لگی۔

Scanned by CamScanner

http://urdu

ساختیات بنیادی طور پر ادراکِ حقیقت کا اصول ہے، یعنی حقیقت یا کائنات ہمارے شعور وادراک کا حصہ کس طرح بنتی ہے، ہم اشیا کی حقیقت کی انگیز کس طرح کرتے ہیں، یا معنی خیزی کن بنیادوں پر ہے اور معنی خیزی کا عمل کیوں کر ممکن ہوتا ہے اور کیوں کر جاری رہتا ہے۔ ساختیات میں ساخت کا تصور، جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی، سوسیئر سے ماخوذ ہے جہاں زبان کی ساخت سے مراد زبان کے مختلف عناصر کے درمیان رشتوں کا وہ نظام ہے جس کی بنا پر زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ویسے سوسیئر کے یہاں لسانیات ایک وسیع تر علم نشانیات (Semiology) کا حصہ ہے۔ سوسیئر کہتا ہے کہ کائنات میں معنی خیزی ممکن ہے نشانات کے نظام (Sing-system) کی وجہ سے، جس میں ہر شے باہمی رشتوں میں گندھی ہوئی ہے۔ یہ رشتے دو طرفہ نوعیت کے ہیں یعنی ارتباط کے بھی حامل ہیں اور تضاد پر بھی مبنی ہیں۔ رشتوں کے اس نظام کے تفاعل سے معنی قائم ہوتے ہیں اور اشیا کی پہچان ممکن ہو پاتی ہے۔ نشانات کی سعی وجستجو کا بڑا میدان ثقافت ہے۔ ثقافت کے ہر ہر مظہر کی تہہ میں تجریدی رشتوں کا ایک نظام کارفرما ہے جس کی بدولت معنی خیزی کا تفاعل جاری رہتا ہے۔ زبان تو ثقافت کی مرکزی مظہر ہے ہی، پرانے قصے کہانیاں، متھ، اساطیر، دیومالا، رسم ورواج، رشتہ داریاں، رہن سہن، خورونوش، آرائش وزیبائش، نشست وبرخاست، ادب آداب، طور طریقے، تیج تہوار، میلے ٹھیلے، کھیل تماشے وغیرہ ثقافت کے بیسوں زمرے ہیں، ہر زمرے میں عناصر کے پس پشت رشتوں کا ایک نظام ہے جس کے تفاعل سے معنی کی ترسیل ہوتی ہے۔ گویا عناصر میں رشتوں کا نظام جو نوعیت کے اعتبار سے تجریدی ہے اور جو ارتباط وتضاد کے دوہرے تفاعل کا حامل ہے اور جس کی بدولت معنی قائم ہوتے ہیں، ساخت (Structure) کہلاتا ہے۔ (واضح رہے کہ ساخت کا یہ تصور، نئی تنقید کے Sturcture اور Texture کے تصور سے بالکل ہٹ کر ہے۔ نیز اس سے مراد ہیئت یا ڈھانچہ بھی ہرگز نہیں۔

غرض ثقافت یا زبان یا ادب کے کسی مظہر یا زمرے کی ساخت سے مراد اس مظہر یا زمرے کے عناصر کے مابین تجریدی رشتوں کا وہ نظام ہے جس کے ذریعے معنی قائم ہوتے ہیں اور معنی خیزی ممکن ہوتی ہے۔ رشتوں کے اس نظام یا ساخت کی خصوصیت خاصہ یہ ہے کہ اس میں ہر لحظہ خود نظمی اور خود ارتباطی کا عمل جاری رہتا ہے اور ہر تغیر وتبدل یا اضافے کے بعد ساخت اپنی وضع کو پھر پالتی ہے اور ہر لحظ مکمل اور کارگر رہتی ہے۔ ساخت تاریخ کے اندر ہے، لیکن چونکہ لحظہ مکمل

Scanned by CamScanner

y.palghani.net/

اور کارگر ہے، اس لیے خود مختار بھی ہے۔

ساخت کا تصور چونکہ تجریدی تصور ہے، اس کی وضاحت آسان نہیں۔ تاہم اس کے بنیادی نکتے کو ایک چھوٹی سی مثال کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر چہ اس تصور کو غیر معمولی طور پر سہل کرنا ہوگا، لیکن تفہیم کے لیے اس کے سوا چارہ بھی نہیں۔ یہ مثال سگنل یا ٹریفک بتی کی ہے۔ ٹریفک بتی میں تین رنگ ہوتے ہیں: سبز سرخ اور زرد۔ سبز سے ہم 'جایئے' سرخ سے 'رکیے' اور زرد سے سبز کے بعد 'رکنے کے لیے تیار' اور سرخ کے بعد 'جانے کے لیے تیار' مراد لیتے ہیں۔ یہ ان رنگوں کا عام مفہوم نہیں ہے۔ مختلف ثقافتوں میں مختلف رنگوں کے مختلف معنی ہیں۔ سبز سے بالعموم زرخیزی اور نمو مراد لی جاتی ہے اور سرخ سے مسرت، بہجت، شادمانی وغیرہ۔ لیکن ٹریفک بتی میں ان رنگوں سے جو کچھ مراد لیا جاتا ہے وہ ان معنی سے بالکل ہٹ کر ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو سرخ رنگ کا کوئی فطری یا لازمی رشتہ 'رکیے' سے یا سبز رنگ کا کوئی فطری یا لازمی رشتہ 'جایئے' سے یا سبز رنگ کا کوئی فطری یا لازمی رشتہ 'جایئے' سے، یا زرد کا محتاط رہیے، سے نہیں ہے۔ گویا سرخ یا سبز یا زرد رنگ فی نفسہٖ کوئی معنی نہیں رکھتے۔ یہ معنی دراصل اس رشتے سے پیدا ہوئے ہیں جو یہ رنگ ٹریفک بتی میں آپس میں رکھتے ہیں اور یہ رشتہ ربط کا بھی ہے اور تضاد کا بھی۔ یعنی سبز، سرخ، زرد ایک رشتے میں گندھے ہوئے تو ہیں ہی، لیکن یہ تینوں ایک دوسرے سے تضاد میں بھی ہیں۔ لہٰذا سبز سے مراد جایئے، اس لیے ممکن ہے کہ سرخ یا زرد نہیں اور زرد سے مراد محتاط، اسی لیے ممکن ہے کہ زرد، سبز یا سرخ نہیں۔ ٹریفک بتی کے ان تینوں رنگوں میں آپس میں جو رشتہ ہے اور اس رشتے کے نظم کی جو تجریدی فارم ہے، رشتوں کا یہ نظم یا ان کی تجریدی فارم ساخت (Structure) ہے۔ پس ثابت ہوا کہ رنگوں کے معنی ساخت سے پیدا ہوتے ہیں جس میں وہ واقع ہیں، وگرنہ کوئی رنگ فی نفسہٖ معنی نہیں رکھتا۔

دوسرے لفظوں میں نظام میں کوئی بھی، نشان، آزادانہ معنی نہیں رکھتا، بلکہ وہی معنی دیتا ہے جو اس معنیاتی نظام (سرخ=رکیے/ سبز=جایئے/ زرد=محتاط) کے اندر اس کو حاصل ہے، لہٰذا 'نشان' اور 'معنی' کا رشتہ من مانا یا خود ساختہ (Arbitrary) ہے کیونکہ نشان 'سرخ' اور اس معنی 'رکیے' میں کوئی فطری رشتہ نہیں، خواہ یہ رشتہ کتنا ہی فطری کیوں نہ معلوم ہو۔ یہی معاملہ زبان کے جامع لسانی نظام اور اس کے اندر لفظوں کے عمل کا ہے۔ زبان دنیا کے نظامِ نشانات میں سے محض

Scanned by CamScanner

http://urc

ایک نظام ہے (اکثر مفکرین کا کہنا ہے کہ زبان بنیادی نظامِ نشانات ہے)۔ پس واضح ہوا کہ ساختیات اور سیمیالوجی کی نظریاتی بنیاد ایک ہی ہے۔ یعنی نشان فی نفسہٖ معنی نہیں رکھتا، بلکہ جامع نظام میں رشتوں کی وجہ سے بامعنی بنتا ہے۔

لسانیاتی فکر سے رشتہ

جدید لسانیات اور نئے علوم کی پیش رفت کی روشنی میں ساختیات کے اس دعوے پر غور کرنا مشکل نہیں ہے کہ وہ حقیقت جس کا ہمیں علم ہے اور جس کو ہم دنیا کہتے ہیں، ایسی آزادانہ اشیا کا مجموعہ نہیں جن کی جانکاری اور درجہ بندی قطعی اصولوں کی مدد سے کی جا سکے۔ گویا دنیا میں اشیا کے نام یعنی لفظ جن کی مدد سے ہم اشیا کو جانتے اور پہچانتے ہیں، فی نفسہٖ کوئی قطعی (Absolute) حیثیت نہیں رکھتے۔ اشیا کا وجود صرف اس قدر ہے جس قدر ہم ان کا الگ سے تصور کر سکیں یا ان کو الگ سے پہچان سکیں اور اپہچان کا انحصار چند در چند عوامل پر ہے، جن کی وجہ سے حقیقت کی کلی معروضیت ناممکن ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم حقیقت کا ادراک صرف اس قدر کر پاتے ہیں جس قدر ہم حقیقت کی پہچان کو زبان کے ذریعے خلق کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً حقیقت کا ہمارا ادراک دراصل اس رشتے سے عبارت ہے جو جاننے والے کے ذہن اور حقیقت کے درمیان ہے۔ ساختیات کی رو سے حقیقت کے ادراک کا اصل الاصول یہی رشتہ ہے۔ مزید برآں کوئی بھی شے یا تجربہ فی نفسہٖ اپنی پہچان نہیں رکھتا، بلکہ کسی بھی شے یا تجربے کا ادراک رشتوں کے اس مجموعے (Set of Relations) یعنی اس ساخت (Structure) کے ذریعے ہوتا ہے جس کا وہ خود ایک حصہ ہے۔

اس نظریے کی رو سے پہچان کا عمل، یعنی نشانات کا تفاعل جن کے ذریعے معنی پیدا ہوتے ہیں دراصل اس سے کہیں زیادہ وسیع اور پیچیدہ ہے جتنا عام طور پر دکھائی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر تمام سماجی سرگرمی اور انسانی کارکردگی دراصل حقیقت کے ادراک کے بارے میں رشتوں کی نشان سازی (Sign-Making) کے اسی عمل کا نتیجہ ہے۔ نشان (Sign) سے مراد صرف لفظ نہیں بلکہ کوئی بھی چیز یا مظہر جس سے ثقافت میں ترسیلِ معنی کا کام لیا جاتا ہو، مثلاً تصویر، نقشہ، شبیہہ، یا کوئی بھی شکل یا شے خواہ فطری ہو یا مصنوعی، اگر معنی کی ترسیل کے لیے استعمال کی جاتی ہے تو وہ نشان ہے۔ مثال کے طور پر وہ پھول جو ویرانے میں کھلتا ہے اور بغیر دیکھے مرجھا جاتا ہے، نشان

Scanned by CamScanner

نہیں ہے، لیکن یہی پھول جب گل دستے، گجرے یا ہار کا حصہ بنتا ہے تو ثقافتی اعتبار سے بامعنی ہو جاتا ہے، اور بہ طور نشان استعمال ہوتا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو فی نفسہٖ پھول کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا، پھول کو اس کے معنی ثقافت کی رو سے حاصل ہوتے ہیں۔ ماہر بشریات لیوی اسٹراس کا زیادہ تر کام ان اصول وضوابط کی تحقیق پر مشتمل ہے جن کی بدولت انسانی سماج میں نشان سازی کا عمل جاری وساری ہے۔ زبان خواہ وہ بولی جائے یا لکھی جائے، نشان سازی کے ان گنت مظاہر میں سے ایک مظہر ہے اور ادب اس مظہر کا مظہر ہے۔ یعنی ادب نشان سازی کے عمل کا مظہر در مظہر ہے۔ غرض حقیقت کے فہم وادراک میں ذہن انسانی کے عمل نشان سازی کی وسعت اور کارکردگی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ادب اس کے مظاہر کی صرف ایک جہت کا مظہر ہے۔

سوسیئر نے ایک انقلاب آفریں بات یہ ثابت کی کہ زبان کے نظام، (System) کو عام بولی جانے والی زبان (Utterances) سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں ایک نہیں، ان دونوں میں فرق ہے۔ بعد میں جدید لسانیات کی ساری ترقی اس بنیادی فرق پر قائم ہے اور ساختیات کا سفر بھی اسی سمت میں ہے۔ سوسیئر اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے دو اصطلاحیں استعمال کرتا ہے۔ ایک کو Langue کہتا ہے اور دوسری کو Parole۔ لانگ سے اس کی مراد کسی زبان کا تجریدی نظام (Abstract System) ہے جس کی رو سے وہ زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اور پارول سے مراد بولی جانے والی زبان یا زبان کا فی الواقعہ استعمال، یا تکلم ہے جو کسی بولنے والے شخص کی دسترس میں ہے۔ Langue زبان کا نظام محض ہے۔ اصول وضوابط کا ذہنی تصور جو غیر شخصی ہے اور جو زبان کے ہر ہر استعمال کا سرچشمہ ہے۔ جبکہ Parole اسی کا وہ فی الواقعہ استعمال ہے جو روزمرہ تکلم میں رونما ہوتا ہے اور اصلاً زبان کے کلی تجریدی نظام سے ماخوذ ہے۔ زبان کے نظام اور اس کے فی الواقعہ استعمال میں خلط ملط کرنا نہایت آسان ہے۔ مثلاً جب ہم بات چیت کر رہے ہوں تو بالعموم یہی سمجھتے ہیں کہ ہم اُردو بول رہے ہیں۔ بے شک ہم اُردو بول رہے ہیں، لیکن جو کچھ ہم بول رہے ہیں وہ اُردو کے چند جملے ہیں، اُردو زبان کا کلی نظام نہیں ہے۔ زبان کا کلی نظام نوعیت کے اعتبار سے تجریدی ہے، اور زبان کا کوئی بھی فی الواقعہ استعمال یا جملے (خواہ وہ تکلم ہو یا تحریر) اس 'نظام' کی رو سے خلق ہوتے ہیں۔ خواہ ہمیں اس کا احساس نہ ہو۔ ساختیاتی فکر وجستجو کا مقصود بھی صرف ایک واقعہ یا فن پارہ نہیں، بلکہ وہ جامع تجریدی نظام (Abstract System)

Scanned by CamScanner

ہے جس کی رو سے ادب میں ہر ہر واقعہ (Event) یا فن پارہ وضع ہوتا ہے اور جو اس تمام حقیقت کا سرچشمہ ہے جو انسان کی دنیا میں حقیقت کے طور پر جانی اور پہچانی جاتی ہے۔ گویا ادب کی کسی مثال یا فن پارے کا مطالعہ ساختیاتی فکر و جستجو کا موضوع اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے اس جامع ذہنی نظام کی نوعیت یا اصل معلوم ہو سکے جو تمام حقیقت انسانی اور اس کے فنی اور ثقافتی ظواہر پر حاوی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس فکر کا اطلاق ادب پر اس لیے ہوتا ہے کہ ادب کی 'گرامر' کی جستجو کی جائے تا کہ زبان کے جامع تجریدی نظام کی طرح ادب کی اس جامع تجریدی شعریات کو دریافت کیا جا سکے جس کی بدولت ذہنِ انسانی ادب کو بہ طور ادب جانتا اور پہچانتا ہے۔

سوسیئر کے فلسفہ لسان کا ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ سوسیئر نے اس خیال کو ہمیشہ کے لیے رد کر دیا کہ زبان لفظوں کے ایسے مجموعے کا نام ہے جس کا بنیادی مقصد اشیا کو نام دینا ہے۔ سوسیئر کے فلسفے کی رو سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ لفظ ایسے مظہر ہیں جو اشیا سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ لفظ محض نشان (Sign) ہے خواہ یہ بولا جائے یا لکھا جائے جو دو طرفوں پر مشتمل ہے (کاغذ کی دو طرفوں کی طرح) نشان کی ایک طرف کو وہ Signifire 'معنی نما' کہتا ہے، دوسری طرف کو Signified 'تصور معنی' کا نام دیتا ہے۔ زبان کے جس تصور کو سوسیئر نے رد کر دیا، اس کو یوں ظاہر کیا جا سکتا ہے:

Word = Thing

لفظ شے

اس کے بجائے سوسیئر زبان کے جس ماڈل کو پیش کرتا ہے، وہ یوں ہے:

Sign = Signifier

Signified

نشان = معنی نما

تصور معنی

ظاہر ہے سوسیئر کے اس ماڈل میں 'شے' کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ یعنی زبان میں لفظ معنی رکھتے ہیں، اس لیے نہیں کہ لفظ کا شے سے ایک اور ایک رشتہ ہے بلکہ اس لیے کہ لفظ رشتوں کے

Scanned by CamScanner

جامع نظام کا حصہ ہیں:

"Part of a System of Relations'

اور زبان میں معنی رشتوں کے اس جامع نظام کی بدولت پیدا ہوتے ہیں۔

سوسیئر نے زبان کے بارے میں جس بصیرت سے فلسفے کو مالا مال کر دیا اسے اس کے ایک قول سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

"Language is a form, not a substance"

یہ وہ بنیاد ہے جس کے بغیر نہ لیوی اسٹراس کا کام ممکن تھا، نہ لاکاں، بارتھ اور فوکو کا اور نہ آلتھیوسے کا۔ ساختیات اس موضوع اصلی (Premise) پر قائم ہے کہ کوئی بھی ثقافتی یا ادبی نظام کسی خود کفیل جوہر (Essence) پر مبنی نہیں، بلکہ یہ تفریقی رشتوں کی رو سے کارگر ہوتا ہے جو باہم دگر مربوط بھی ہوتے ہیں اور مختلف بھی۔

ساختیات میں پورے نظام کا تصور ایک درجہ وار سلسلے (Hierarchy) کے طور پر کیا جاتا ہے، جس میں ہر درجے یا سطح پر انہی اصولوں کی عمل آوری سے زیریں سطح کے عناصر اپنے ربط و امتیاز سے سلسلہ ذیلی رشتوں اور معنی کے روابط کو پیدا کرتے ہیں۔ یہ کلی نظام رشتوں اور تہ دار ساختوں کے زیریں نظام (Infra structure) کے سوسیئر کے Langue کے تصور یعنی زبان کے کلی تجریدی نظام کے تصور سے مشابہ ہے۔ کسی بھی ثقافت سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص اپنی روزمرہ زندگی میں اس نظام کو سمجھتا اور اس کو برتتا ہے اور اس کی رو سے زندگی بسر کرتا ہے، لیکن یہ نظام جس طرح عمل آرا ہوتا ہے، ضروری نہیں کہ برتنے والا اس کا شعوری احساس بھی رکھتا ہو۔ ساختیات کا کام کسی مخصوص ثقافتی تناظر میں کسی بھی ثقافتی مظہر (ادبی تنقید کے ضمن میں ادب یا ادبی فن پارہ) کے تجزیے اس کے اندرون کو اس طرح بے نقاب کرنا ہے جس سے تہ دار ذیلی ساخت میں جو کچھ پوشیدہ (Implicit) ہے وہ ظاہر (Explicit) ہو جائے۔

☆☆☆

ڈاکٹر وزیر آغا

Scanned by CamScanner